سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ، ابراہم لنکن اور پاکستان

ملتان میں حضرت امیر شریعتؒ تادم واپسیں جس مکان میں رونق افروز رہے آپ کا معمول یہی رہا کہ بیشتر وقت "بیٹھک" میں گذارتے۔ بیٹھک کے مقابل کے مکان میں ایک عرصہ کوئی نائب تحصیلدار صاحب مقیم رہے۔ اور ان کے ہاں بھی آنے اور جانے والے کچھ کم نہ تھے۔ سخت گرمیوں میں ایک روز دوپہر کے وقت افسر موصوف کے ایک ملاقاتی ان کی کنڈی کھٹکھٹاتے ہوئے تھک ہار گئے مگر جواب ندارد! شاہ جیؒ نے دیکھا تو بیٹھک میں بلا لیا۔ پنکھے کی ہوا میں کچھ دیر بیٹھے رہنے سے اس کے اوسان بحال ہوئے تو اب اس نے نظریں گھما کے بیٹھک کے خستہ و شکستہ درودیوار کا جائزہ لینا شروع کیا۔ شاہ جیؒ اس کے محسوسات بھانپ گئے اور فرمایا "بھئی تم دیکھ کر حیران ہو رہے ہو گے کہ حکومت نے کیسا عالیشان مکان الاٹ کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مکان کرائے پر حاصل کیا گیا ہے" مخاطب شاہ جی کے لطیف طنز کو پا گیا۔ اور فوراً بولا، ویسے اگر آپ محسوس نہ فرمائیں تو میں ایک بات عرض کروں، اور ادھر سے خوشدلانہ اجازت پا کر کہنے لگا کہ

"میرا خیال ہے آپ کے ساتھ ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے تھا"

شاہ جیؒ پھڑک اُٹھے، مخاطب کو گلے لگا لیا اور فرمایا "بھئی بہت خوب! سچ تو یہی ہے کہ جب ہم نے ساری زندگی فریق مخالف سے کوئی ادھار نہیں رکھا بلکہ کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تو اب اُدھر سے التفات اور عنایات کی توقع — چہ معنی دارد؟" اس ساری مکالماتی کارروائی سے ماحول میں بے تکلفی سی پیدا ہوگئی تو بات پاکستان کے سماج اور سرکار کے محاسن و معائب تک پھیل گئی۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ "شاہ جیؒ! مجھے پاکستان کی صورت حال دیکھ کر ابراہم لنکن یاد آجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی عادت کچھ ایسی تھی کہ وہ سفارشی حضرات کو دو ٹوک انداز میں حوصلہ شکنی سے بہت کتراتا تھا۔ بلکہ اس کی بجائے سفارشی حضرات کو کسی تمثیلی پیرائے میں ان کا ناجائز موقف باور کرانے کی کوشش کرتا۔ مثلاً ایک دفعہ ابراہم لنکن کو اس کا ایک دوست آکر ملا، اور اپنے ایک دوست کا تعارف کراتے ہوئے ابراہم سے پرزور سفارش کی کہ یار! اسے وزیر بنا دو، اس پر ابراہم نے حسب معمول اپنے دوست سے کہا کہ مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے اور وہ کچھ یوں ہے کہ ایک دفعہ

ایک بادشاہ نے شکار کا پروگرام بنایا اور وزیر اعظم سے کہا کہ نجومی سے زائچہ تیار کر کے بتلاؤ کہ موسم شکار کے لئے سازگار ہے یا نہیں؟ وزیر اعظم نے تعمیل ارشاد کی اور اطلاع دی کہ حضور موسم بہت سازگار ہے۔ اب بادشاہ نے مقربین اور مصاحبین کا لاؤ لشکر ترتیب دیا اور سیکڑوں امراء کا یہ قافلہ جنگل کو چل پڑا۔ موسم واقعی خوب تھا۔ مطلع صاف، دھوپ کی تمازت اور ترو تازہ سبزہ! اچانک بادشاہ کی نظر ایک دیہاتی پر پڑی جو اپنے گدھے کو بُری طرح پیٹتے ہوئے شہر کو بھگائے لے جا رہا تھا۔ بادشاہ نے اس کی اس حرکت پر ناگواری کا اظہار کیا تو ایک وزیر نے لپک کر دیہاتی کو جا لیا کہ کیوں بے زبان پر ظلم ڈھاتے ہو۔ دیہاتی نے تنک کر جواب دیا ارے صاحب! زوروں کی بارش آنے والی ہے اور مجھے گھر پہنچنے کی جلدی ہے۔ آپ خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں، بادشاہ نے اسے دیہاتی کی دیوانگی پر محمول کیا مگر ہوا یہ کہ تھوڑی ہی دیر میں آناً فاناً گھٹا چھا گئی اور موسلا دھار بارش شروع ہو گئی بادشاہ کو وزیر اعظم پر بے حد و حساب غصہ آیا اور وزیر اعظم صاحب برطرف کر دیے گئے۔ دوسری طرف دیہاتی کی ڈھنڈیا مچ گئی کہ بادشاہ سلامت اس کی فہم و دانش کے قائل بلکہ گھائل ہو چکے تھے۔ دیہاتی کو حاضر دربار کیا گیا۔ اس نے وزارت عظمیٰ کا پروانہ پایا تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ گھگھیا کر بولا کہ بادشاہ سلامت، یہ کس گناہ کی سزا ہے؟ بادشاہ سلامت فرمانے لگے کہ ہم تمہیں اس کا اہل سمجھتے ہیں اور تمہاری بارش کی پیشگوئی، تمہاری قابلیت کا بیّن ثبوت ہے۔ دیہاتی بولا! حضور! اگر یہ بات ہے تو وزارت عظمیٰ کا حقدار میرا گدھا ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جب بھی بارش قریب ہوتی ہے تو گدھا غیر معمولی اچھل کود کا مظاہرہ کرتا ہے اور میں بارش کے امکان سے مطلع ہو جاتا ہوں۔ یہ سنتے ہی بادشاہ سلامت نے کہا کہ پھر ٹھیک ہے آج سے ہمارا وزیر اعظم یہ گدھا ہو گا۔ یہ واقعہ سُنا کے ابراہیم لنکن نے اپنے دوست کی جانب معنیٰ خیز نظروں سے دیکھا مگر وہ مسٹر کہانی کی دلچسپی میں اس بری طرح کھو چکے تھے کہ فوراً بولے پھر آگے کیا ہوا؟ اور ابراہم نے بڑی متانت سے کہا کہ — پھر یہ ہوا کہ اس کے بعد سے دنیا کے ہر گدھے نے وزارت اپنا موروثی حق سمجھنا شروع کر دیا۔ شاہ جیؒ نے حکایت سُنی اور کھلکھلا کر ہنس دیے۔ مخاطب کو بہت داد دی — کہ پاکستان کی سیاسی صورت حال پر یہ بڑا بلیغ تبصرہ تھا۔ افسوس اس ملاقاتی کا نام حافظہ میں محفوظ نہیں رہا۔

آئندہ شمارہ میں: مولانا محمد عبدالحق حیران کا یادگار مقالہ "جادۂ اعتدال" ملاحظہ فرمائیں۔ اسیتانِ پاکستان میں رافضی اور خارجی رجحانات کا بھرپور علمی جائزہ، فکر انگیز تجزیہ!